خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

سوموار 17 مئی 2021ء | 04 شوال 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:116

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا۔ میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو تعاقب کرنے والوں کے پاؤں دکھائی دیئے۔ اس پر مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی نظر نیچے کرے گا تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا: اے ابو بکر! ہم دو ہیں اور ہمارے ساتھ تیسرا خدا ہے۔

(بخاری- کتاب مناقب الانصار- باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

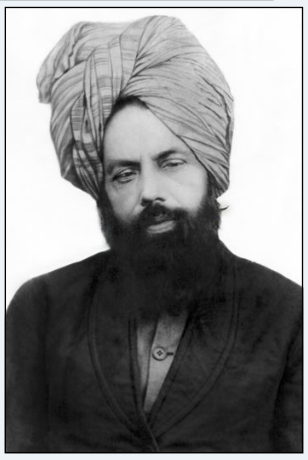

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’دشمن غار پر موجود ہیں اور مختلف قسم کی رائے زنیاں ہو رہی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس غار کی تلاشی کرو کیونکہ نشانِ پا یہاں تک ہی آ کر ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اُن میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہاں انسان کا گزر اور دخل کیسے ہو گا مکڑی نے جالا تنا ہوا ہے۔ کبوتر نے انڈے دیئے ہوئے ہیں۔ اس قسم کی باتوں کی آوازیں اندر پہنچ رہی ہیں۔ اور آپؐ بڑی صفائی سے اُن کو سن رہے ہیں۔ ایسی حالت میں دشمن آئے ہیں کہ وہ خاتمہ کرنا چاہتے ہیں اور دیوانے کی طرح بڑھتے آئے ہیں۔ لیکن آپؐ کی کمال شجاعت کو دیکھو کہ دشمن سر پر ہے اور آپؐ اپنے رفیق صادق صدیقؓ کو فرماتے ہیں لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبۃ:40)۔ یہ الفاظ بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ آپؐ نے زبان ہی سے فرمایا کیونکہ یہ آواز کو چاہتے ہیں۔ اشارہ سے کام نہیں چلتا۔ باہر دشمن مشورہ کر رہے ہیں اور اندر غار میں خادم و مخدوم بھی باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اس امر کی پروا نہیں کی گئی کہ دشمن آواز سن لیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر کمال ایمان اور معرفت کا ثبوت ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر پورا بھروسہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے لئے تو یہ نمونہ کافی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 250-251۔ ایڈیشن 1988)

ارشادِ باری تعالیٰ

الَّذِیۡنَ یُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَ یَخۡشَوۡنَہٗ وَ لَا یَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیۡبًا۔

(الاحزاب:۴۰)

ترجمہ:۔ (یہ اللہ کی سنت ان لوگوں کے حق میں گزر چکی ہے) جو اللہ کے پیغام پہنچایا کرتے تھے اور اس سے ڈرتے رہتے تھے اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ حساب لینے کے لحاظ سے بہت کافی ہے۔

فرمانِ خلیفہ وقت

’’اللہ تعالیٰ کے انبیاء کا ایک خُلق بہادری اور جرأت بھی ہوتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ پر یقین اور توکّل کی وجہ سے مزید ابھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کام ان کے سپرد کئے ہوتے ہیں وہ اس وقت تک انجام نہیں دیئے جاسکتے جب تک جرأت اور بہادری کا وصف ان میں موجود نہ ہو۔ دوسرے اوصاف کی طرح یہ وصف بھی انبیاء میں اپنے زمانے کے لوگوں کی نسبت سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم الانبیاء ہیں، ان میں تو یہ وصف تمام انسانوں سے بلکہ تمام نبیوں سے بھی بڑھ کر تھا۔ جس کی مثالیں نہ اُس زمانے میں ملتی تھیں، نہ آئندہ زمانوں میں مل سکتی ہیں۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر جرأت کا مظاہرہ کیا ہے تاریخ میں کسی لیڈر کی ایسی مثال نظر نہیں آتی بلکہ سوواں، ہزارواں حصہ بھی نظر نہیں آتی۔ انتہائی مشکل حالات میں بھی قوم کا حوصلہ بلند رکھنے کے لئے، اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بلند رکھنے کے لئے، ان کو صبر اور استقامت اور جرأت اور اللہ تعالیٰ پر توکل کی تلقین نہ کی ہو۔ اور خود آپؐ کا عمل یہ تھا کہ اگر تنہا بھی رہ گئے اور دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں تب بھی کبھی کسی قسم کے خوف کا اظہار نہیں کیا۔‘‘

(خطبہ جمعہ 22/ اپریل 2005ء)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- شانِ احمدِ عربی (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

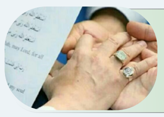

دربارِ خلافت

اشاعت دین میں مامور من اللہ دوسروں سے امداد چاہتے ہیں مگر کیوں؟ (حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پھر اپنی ایک تقریر کے دوران آپؑ نے فرمایا کہ ’’انسان کی ظاہری بناوٹ، اُس کے دو ہاتھ، دو پاؤں کی ساخت ایک دوسرے کی امداد کا رہنما ہے۔ جب یہ نظارہ خود انسان میں موجود ہے پھر کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ وہ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (المائدہ:3) کے معنی سمجھنے میں مشکلات کو دیکھے‘‘۔ (یعنی انسانی جسم کے ہاتھ ہیں، پاؤں ہیں، یہ جو انسانی جسم کی بناوٹ ہے۔ جسم کا جو ہر عضو ہے ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے ہے)۔ تو فرمایا اسی طرح ’’تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (المائدہ:3) کے معنی سمجھنے میں مشکلات کو دیکھے۔ ہاں مَیں یہ کہتا ہوں کہ تلاشِ اسباب بھی بذریعہ دعا کرو‘‘۔ (یعنی جو دنیاوی سامان ہے اُس کی تلاش کرنی ہے تو بھی دعا کے ذریعہ کرو)۔ ’’امدادِ باہمی میں نہیں سمجھتا کہ جب مَیں تمہارے جسم کے اندر اللہ تعالیٰ کا ایک قائم کردہ سلسلہ اور کامل رہنما سلسلہ دکھاتا ہوں تم اس سے انکار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اور بھی صاف کرنے اور وضاحت سے دنیا پر کھول دینے کے لئے انبیاء علیہم السلام کا ایک سلسلہ دنیا میں قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا اور قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو کسی قسم کی امداد کی ضرورت اُن رسولوں کو باقی نہ رہنے دے۔ مگر پھر بھی ایک وقت اُن پر آتا ہے کہ وہ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کیا وہ ایک ٹکڑ گدا فقیر کی طرح بولتے ہیں؟ نہیں۔ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہ کہنے کی بھی ایک شان ہوتی ہے۔ وہ دنیا کو رعایتِ اسباب سکھانا چاہتے ہیں‘‘۔ (انبیاء جب مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہِ (سورۃ آل عمران:53) کہ کون ہیں اللہ کے لئے میرے مددگار؟ کہتے ہیں۔ تو وہ اُن کو ضرورت نہیں ہوتی)۔ فرمایا ’’وہ دنیا کو رعایتِ اسباب سکھانا چاہتے ہیں‘‘۔ (یہ بھی دنیا کو سکھانے کے لئے ہے) ’’جو دعا کا ایک شعبہ ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ پر اُن کو کامل ایمان اُس کے وعدوں پر پورا یقین ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا (المومن:52)۔ ایک یقینی اور حتمی وعدہ ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ بھلا اگر خدا کسی کے دل میں مدد کا خیال نہ ڈالے تو کوئی کیونکر مدد دے سکتا ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ حقیقی معاون و ناصر وہی پاک ذات ہے جس کی شان ہے نِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَنِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ وَنِعۡمَ النَّصِیۡرُ۔ دنیا اور دنیا کی مددیں اِن لوگوں کے سامنے کالمیّت ہوتی ہیں اور مُردہ کیڑے کے برابر بھی حقیقت نہیں رکھتی ہیں۔ لیکن دنیا کو دعا کا ایک موٹا طریق بتلانے کے لئے وہ یہ راہ بھی اختیار کرتے ہیں۔ وہ حقیقت میں اپنے کاروبار کا متولّی خدا تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں اور یہ بات بالکل سچ ہے۔ وَھُوَیَتَوَلَّی الصّٰلِحِیۡنَ (الاعراف:197)۔ اللہ تعالیٰ اُن کو مامور کر دیتا ہے کہ وہ اپنے کاروبار کو دوسروں کے ذریعہ سے ظاہر کریں۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مقامات پر مدد کا وعظ کرتے تھے۔ اسی لئے کہ وہ وقت نصرتِ الٰہی کا تھا، اُس کو تلاش کرتے تھے کہ وہ کس کے شامل حال ہوتی ہے۔

یہ ایک بڑی غور طلب بات ہے۔ دراصل مامور من اللہ لوگوں سے مدد نہیں مانگتا بلکہ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہِ کہہ کر وہ اس نصرت الٰہیہ کا استقبال کرنا چاہتا ہے اور ایک فرطِ شوق سے بے قراروں کی طرح اس کی تلاش میں ہوتا ہے۔ نادان اور کوتاہ اندیش لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگوں سے مدد مانگتا ہے بلکہ اس طرح پر اس شان میں وہ کسی دل کے لئے جو اس نصرت کا موجب ہوتا ہے ایک برکت اور رحمت کا موجب ہوتا ہے۔ پس مامور من اللہ کی طلب امداد کا اصل سرّ اور راز یہی ہے جو قیامت تک اسی طرح رہے گا۔ اشاعت دین میں مامور من اللہ دوسروں سے امداد چاہتے ہیں مگر کیوں؟ اپنے ادائے فرض کے لئے تا کہ دلوں میں خدا تعالیٰ کی عظمت کو قائم کریں۔ ورنہ یہ تو ایک ایسی بات ہے کہ قریب بہ کفر پہنچ جاتی ہے اگر غیر اللہ کو متولّی قرار دیں۔ اور ان نفوس قدسیہ سے ایسا امکان محال مطلق ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 9صفحہ 12-14 مطبوعہ لندن 1984ء)

پھر آپ فرماتے ہیں: ’’دعا کی مثال ایک چشمۂ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے۔ وہ جب چاہے اس چشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کرسکتا ہے۔ جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی، اسی طرح مومن کا پانی دعا ہے کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس دعا کا ٹھیک محل نماز ہے جس میں وہ راحت اور سرور مومن کو ملتا ہے کہ جس کے مقابل ایک عیاش کا کامل درجہ کا سرور جو اسے کسی بدمعاشی میں میسر آسکتا ہے، ہیچ ہے۔ بڑی بات جو دعا میں حاصل ہوتی ہے وہ قربِ الٰہی ہے۔ دعا کے ذریعہ ہی انسان خدا تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا اور اُسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ جب مومن کی دعا میں پورا اخلاص اور انقطاع پیدا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کو بھی اُس پر رحم آجاتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کا متولّی ہو جاتا ہے۔ اگر انسان اپنی زندگی پر غور کرے تو الٰہی تولّی کے بغیر انسانی زندگی قطعاً تلخ ہو جاتی ہے۔ دیکھ لیجئے جب انسان حدّ بلوغت کو پہنچتا ہے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھنے لگتا ہے تو نامرادیوں ناکامیابیوں اور قسما قسم کے مصائب کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ وہ اُن سے بچنے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرتا ہے۔ دولت کے ذریعہ، تعلق حکام کے ذریعہ، قسما قسم کے حیلہ و فریب کے ذریعہ‘‘۔ (جب دنیا میں مصائب شروع ہو جائیں تو وہ بچنے کے لئے کیا کرتا ہے۔ اگر اُس کے پاس دولت ہے، پیسہ ہے، تو اُس سے بچنے کے لئے اُس کو استعمال کرتا ہے۔ اگر اُس کے بڑے افسران سے تعلقات ہیں تو اُن تعلقات کو استعمال کرتا ہے یا مختلف قسم کے حیلے اور فریب، دھوکے کے ذریعہ سے، کسی نہ کسی طریقے سے) ’’وہ بچاؤ کے راہ نکالتا ہے، لیکن مشکل ہے کہ وہ اُس میں کامیاب ہو۔ بعض وقت اُس کی تلخ کامیوں کا انجام خودکشی ہو جاتی ہے۔ اب اگر اِن دنیاداروں کے غموم و ہموم اور تکالیف کا مقابلہ اہل اللہ یا انبیاء کے مصائب کے ساتھ کیا جاوے تو انبیاء علیہم السلام کے مصائب کے مقابل اوّل الذکر جماعت کے مصائب بالکل ہیچ ہیں۔ لیکن یہ مصائب و شدائد اُس پاک گروہ کو رنجیدہ یا محزون نہیں کر سکتے‘‘۔ (انبیاء اور اولیاء کو جو مشکلات آتی ہیں وہ انہیں رنجیدہ نہیں کرتیں، افسردہ نہیں کرتیں۔) ’’اُن کی خوشحالی اور سرور میں فرق نہیں آتا کیونکہ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعے خدا تعالیٰ کی تولّی میں پھر رہے ہیں۔ دیکھو اگر ایک شخص کا ایک حاکم سے تعلق ہو اور مثلاً اُس حاکم نے اُسے اطمینان بھی دیا ہو کہ وہ اپنے مصائب کے وقت اس سے استعانت کرسکتا ہے تو ایسا شخص کسی ایسی تکلیف کے وقت جس کی گرہ کشائی اُس حاکم کے ہاتھ میں ہے، عام لوگوں کے مقابل کم درجہ رنجیدہ اور غمناک ہوتا ہے تو پھر وہ مومن جس کا اس قسم کا بلکہ اس سے بھی زیادہ مضبوط تعلق اَحکم الحاکمین سے ہو، وہ کب مصائب و شدائد کے وقت گھبراوے گا؟ انبیاء علیہم السلام پر جو مصیبتیں آتی ہیں اگر اُن کا عشر عشیر بھی ان کے غیر پر وارد ہو تو اُس میں زندگی کی طاقت باقی نہ رہے۔ یہ لوگ جب دنیا میں بغرضِ اصلاح آتے ہیں تو اُن کی کُل دنیا دشمن ہو جاتی ہے۔ لاکھوں آدمی اُن کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ خطرناک دشمن بھی اُن کے اطمینان

بقیہ صفحہ 8 پر

شانِ احمدِ عربی

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

زندگی بخش جامِ احمد ہے
کیا ہی پیارا یہ نامِ احمد ہے

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقامِ احمد ہے

باغِ احمد سے ہم نے پھل کھایا
میرا بُستاں کلامِ احمد ہے

ابنِ مریم کے ذِکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غُلامِ احمد ہے

(دافع البلاء صفحہ ۲۰۔ مطبوعہ ۱۹۰۲)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 14؍ مئی 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر انہیں پتہ لگ جائے کہ میرے اندر محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کا جو شعلہ جل رہا ہے وہ ان کے لاکھوں لاکھ کے اندر بھی نہیں تو وہ فوراً تم احمدیوں کے قدموں میں گر جائیں گے۔

یاد رکھو کہ یہ مخالفین تمہارے بھائی ہیں اور غلط فہمی میں مبتلا ہیں، تم بجائے ناراض ہونے کے ان کے لیے دعائیں کرو۔

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار — کاخر کنند دعوائے حُبِّ پیمبرمؐ

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 14؍ مئی 2021ء بروز عید الفطر مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت عدیل طیب صاحب کے حصے میں آئی۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گزشتہ دنوں ایک مولوی صاحب سوشل میڈیا پر فرمارہے تھے کہ بشمول فلسطین کے دنیا میں جہاں کہیں بھی فساد یا لڑائی ہورہی ہے اس کی وجہ قادیانی ہیں چنانچہ ان کو مارنا، قتل کرنا ہر چیز جائز ہے۔ احمدیت کی ابتدا سے اب تک ان ائمۃ الکفر کا یہی طریق چلا آرہا ہے لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم اس مسیح و مہدی کے ماننے والے ہیں جس نے ہمیں ان تمام ظالمانہ کارروائیوں کے باوجود صبر اور دعا سے کام لینے کی تلقین فرمائی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے عید کے خطبے میں بھی کہا تھا کہ آپؑ نے فرمایا دشمن کے لیے بھی دعا کرو۔ یہ مخالفت تو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے سے جاری ہے۔ آپؑ پر بھی حملے کیے گئے، آپؑ کی باتیں سننے اور جلسوں میں آنے سے لوگوں کو روکا جاتا لیکن اس سب کے باوجود حضورؑ نے ان ظالموں کے لیے دعا کی۔ یہ دعاؤں کا ہی نتیجہ تھا کہ ان میں سے بعض مخالفین آپؑ کی صداقت کے قائل ہوکر جماعت میں شامل بھی ہوئے اور اب تک ہورہے ہیں۔ پس عامۃ المسلمین کے لیے ہم ان لوگوں کی سخت باتیں سننے کے بعد بھی دعا کرتے ہیں۔ ان کی تکلیفوں پر ہمیں تکلیف ہوتی ہے کیونکہ یہی حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے بھی آپؑ سے یہی فرمایا تھا کہ ان کے یہ ظلم غلط فہمی اور رسول پاک ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہیں، اس لیے ان کے لیے بد دعا نہیں کرنی۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں ابھی بچہ تھا لاہور میں حضرت مسیح موعودؑ کسی دعوت سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستے میں لوگ گالیاں دیتے تھے۔ ایک بڈھا لولا شخص اپنے تندرست ہاتھ کو دوسرے کٹے ہوئے ہاتھ پر مارتا اور کہتا جاتا کہ مرزا نٹھ گیا۔ اسی طرح لاہور شہر میں ہی حضرت مسیح موعودؑ پر حملہ بھی ہوا، پتھراؤ بھی کیا گیا۔ عوام الناس کی اس دشمنی اور مخالفت کے پیچھے آنحضرت ﷺ سے قلبی لگاؤ اور محبت کا جذبہ کارفرما ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر انہیں پتہ لگ جائے کہ میرے اندر محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کا جو شعلہ جل رہا ہے وہ ان کے لاکھوں لاکھ کے اندر بھی نہیں تو وہ فوراً تم احمدیوں کے قدموں میں گر جائیں گے۔ یاد رکھو کہ یہ مخالفین تمہارے بھائی ہیں اور غلط فہمی میں مبتلا ہیں، تم بجائے ناراض ہونے کے ان کے لیے دعائیں کرو۔

حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ مکان کے نچلے حصّے میں مقیم تھے اور مَیں چوبارے یعنی اوپر کی منزل میں رہتا تھا۔ ایک رات حضورؑ کے رونے کی ایسی آواز آئی جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے چِلّاتی ہے۔ مَیں نے کان لگا کر سنا تو حضورؑ دعا کر رہے تھے کہ اے خدا! طاعون پڑی ہے اور لوگ اس کی وجہ سے مر رہے ہیں، اگر یہ سب لوگ مر گئے تو تجھ پر ایمان کون لائے گا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں اب دیکھو کہ طاعون وہ نشان تھا جو آپؑ کی صداقت کے ثبوت کے طور پر ظاہر ہوا لیکن پھر بھی آپؑ خدا کے سامنے گڑگڑا کر لوگوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔ پس مومن کو عام لوگوں کے لیے بد دعا نہیں کرنی چاہیے۔ آخر تم سے زیادہ خدا تعالیٰ کی غیرت ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کو خدا نے الہاماً فرمایا کہ ؎

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار
کاخر کنند دعوائے حُبِّ پیمبرمؐ

اس شعر میں خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کے دل کو مخاطب کرتے ہوئے آپؑ کے منہ سے کہلاتا ہے کہ اے میرے دل! تُو ان لوگوں کے جذبات و احساسات کا خیال رکھا کرتا کہ ان کے دل میلے نہ ہوں۔ یہ نہ ہو کہ تُو تنگ آکر بد دعا کرنے لگ جائے۔ آخر ان کو تیرے رسول سے محبت ہے اور اسی وجہ سے وہ تجھے گالیاں دیتے ہیں۔

یہی اصل چیز ہے، ہم جانتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں میں سے ایک حصّہ ناواجب مخالفت کر رہا ہے لیکن پاکستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں بھی ایک حصّہ محض ان کے جال میں پھنس گیا ہے۔ ان کی یہ مخالفت ہمارے آقا ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے جب ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ ہم رسول کریم ﷺ سے محبت کرنے والے ہیں تو وہ کہیں گے کہ ان کی مدد کرو۔ یہ دن ضرور آئے گا اور یہ مخالفت ان شاء اللہ ایک روز ختم ہوجائے گی۔

اگر یہ مولوی ہمارے خلاف بیان دیتے ہیں تو یہ ہمارے فائدے کا کام کر رہے ہیں کیونکہ اس طبقے میں جہاں ہماری طرف سے پیغام پہنچانا مشکل تھا ان مخالف مولویوں کے ذریعے سے یہ کام ہو رہا ہے۔ ہمارا کام یہی ہے کہ صبر اور دعا سے کام لیتے ہوئے اپنے خیالات اور احساسات کو صاف رکھیں۔ ان کے لیے دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ جلد ان کی آنکھیں کھولے اور یہ زمانے کے امام کو پہچاننے والے بن جائیں۔

☆...☆...☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 23؍اپریل 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان و دل پر قائم کر دیا اور وہ ’فاروق‘ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ سے حق و باطل میں فرق کر دیا

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت دوسرے خلیفہ ٔراشد فاروقِ اعظم، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کی بابت متعدد روایات کا بیان

چھ مرحومین مکرم احمد محمد عثمان شبوطی صاحب صدر جماعت احمدیہ یمن، مکرم قریشی ذکاء اللہ صاحب اکاؤنٹنٹ دفتر جلسہ سالانہ، مکرم ملک خالق داد صاحب کینیڈا، مکرم محمد سلیم صابر صاحب کارکن نظارت امورِ عامہ، محترمہ نعیمہ لطیف صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب آف امریکہ اور محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد شریف صاحب آف کینیڈا کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آج مَیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کروں گا۔حضرت عمرؓ کا تعلق قبیلہ بنو عدی بن کعب بن لُؤی سے تھا۔ آپؓ کے والد کا نام خطاب بن نفیل تھا۔ ایک قول کے مطابق آپؓ کی والدہ کا نام حَنْتَمَہ بنت ہاشم تھا۔ اسی طرح آپؓ کی والدہ ابوجہل کی چچا زاد ہمشیرہ بنتی ہیں اور دوسرے قول کے مطابق ان کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہشام تھا۔ اس طرح وہ ابوجہل کی بہن بنتی ہیں لیکن یہ روایت جو بہن والی ہے یہ زیادہ تسلیم نہیں کی جاتی۔ ابوعمرؓ کہتے ہیں کہ جو یہ کہتا ہے کہ ابوجہل کی بہن تھیں تو اس نے خطا کی۔ اگر ایسا ہوتا تو ابوجہل اور حارث کی بہن ہوتیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ وہ ان دونوں کی چچا کی بیٹی تھیں۔ ان کے والد کا نام ہاشم ہے۔

(الاصابة فی تمييز الصحابة جلد ۴ صفحہ ۴۸۴ عمر بن الخطاب مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۵ء)
(اسد الغابة جلد ۴ صفحہ ۱۳۸ عمر بن الخطاب مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۳ء)

حضرت عمرؓ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں مختلف روایات بیان ہوئی ہیں جن کے مطابق حضرت عمرؓ کی تاریخ پیدائش کا سال الگ الگ بنتا ہے۔ چنانچہ ایک رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بڑی جنگِ فِجار سے چار سال قبل پیدا ہوئے تھے جبکہ دوسری جگہ لکھا ہے کہ بڑی جنگ فُجار کے چار سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ اسے جنگ فُجار اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ لڑائی حرمت والے مہینے میں ہوئی جو بہت فسق و فجور والی بات ہے۔ یہ جنگ چار مرحلوں میں ہوئی تھی۔ چوتھی جنگ کو اَلْفُجَارُ الْاَعْظَم، بڑی جنگ فجار کے علاوہ اَلْفُجَارُ الْاَعْظَمُ الْآخِر آخری بڑی جنگ فجار بھی کہتے ہیں۔ یہ قریش اور بنو کنانہ نیز ہوازن کے درمیان ہوئی تھی۔ ایک دوسری رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ عام الفیل کے تیرہ سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے تھے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر جلد 47 صفحہ 45 عمر بن خطاب مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت 2001ء)
(الاصابة فی تمييز الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۴۸۴ عمر بن الخطاب مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۵ء)
(ماخوذ از اٹلس سیرت نبوی ﷺ صفحہ 102 مطبوعہ دار السلام ریاض 1424ھ)

عام الفیل 570 عیسوی کا سال ہے اور اس کے تیرہ سال بعد کے حساب سے حضرت عمرؓ کی پیدائش کا سال 583ء بنتا ہے۔ تیسری رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے 6؍نبوی میں اسلام قبول کیا اور اس وقت ان کی عمر 26 سال تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۰۴ اسلام عمر رضی اللہ عنہ۔ دارالکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)
(ماخوذ از اٹلس سیرت نبوی ﷺ صفحہ 75 مطبوعہ دار السلام ریاض 1424ھ)

سنہ عیسوی کے اعتبار سے 6؍نبوی 616؍عیسوی کا سال بنتا ہے۔ اگر اس وقت حضرت عمرؓ 26 سال کے تھے تو ان کی پیدائش کا سال 590ء بنتا ہے۔ چوتھی رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ تب پیدا ہوئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیس سال کے تھے۔

(تاریخ الخمیس فی احوال أنفس نفیس جزء اول صفحہ ۲۵۹، ولادۃ عمرؓ۔ مؤسسة شعبان بیروت)

بہرحال یہ مختلف آرا ہیں، تقریباً اکیس اور چھبیس سال کے درمیان کی عمر بنتی ہے جب انہوں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت عمرؓ کی کنیت ابوحفص تھی۔

(الاصابة فی تمييز الصحابة جلد ۴ صفحہ ۴۸۴ عمر بن الخطاب مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۵ء)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن اپنے اصحاب سے فرمایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ بنو ہاشم اور کچھ دوسرے لوگ قریش کے ساتھ مجبوراً آئے ہیں وہ ہم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ پس تم میں سے جو کوئی بنو ہاشم کے کسی آدمی سے ملے تو اس کو قتل نہ کرے اور جو اَبُوالْبَخْتَرِی سے ملے وہ اس کو قتل نہ کرے اور جو عباس بن عبد المطلب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں ان سے ملے تو وہ ان کو بھی قتل نہ کرے کیونکہ یہ لوگ مجبوراً قریش کے ساتھ آئے ہیں۔حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوحُذَیفہؓ بن عُتْبہ نے کہا کہ ہم اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں اور رشتہ داروں کو تو قتل کریں اور عباسؓ کو چھوڑ دیں۔ اللہ کی قسم! اگر مَیں اسے یعنی عباسؓ کو ملا تو میں تلوار سے ضرور اسے قتل کر دوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے فرمایا۔ اے ابوحفص! حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یہ پہلا دن تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابوحفص کی کنیت سے مخاطب فرمایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کیا رسول اللہ کے چچا کے چہرے پر تلوار ماری جائے گی؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھے اجازت دیں کہ میں تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں جس نے یہ کہا ہے۔ اللہ کی قسم! اس نے یعنی ابوحذیفہؓ نے منافقت دکھائی ہے۔حضرت ابوحذیفہؓ بعد میں کہا کرتے تھے کہ مَیں اس کلمہ کی وجہ سے جو میں نے اس دن کہا تھا چین میں نہیں رہا اور ہمیشہ اس سے ڈرتا رہا سوائے اس کے کہ شہادت میری اس بات کا کفارہ کر دے چنانچہ حضرت ابوحذیفہؓ جنگ یمامہ کے دن شہید ہو گئے تھے۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ ۴۲۹ باب غزوہ بدر، نہی النبیؐ اصحابہ عن قتل ناس من المشرکین مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۱ء)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو ’فاروق‘ کے لقب سے نوازا تھا۔

(ماخوذ از اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد ۴ صفحہ ۱۴۳ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

اس لقب کا پس منظر کیا تھا؟ اس کے بعد یہ روایت ملتی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ آپؓ کا لقب فاروق کس طرح رکھا گیا؟ انہوں نے فرمایا کہ حضرت حمزہؓ نے مجھ سے تین روز قبل اسلام قبول کیا تھا۔ میں اتفاقاً مسجد حرام کی طرف جا نکلا تو ابوجہل تیزی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گالیاں دیتے ہوئے گیا۔ پھر انہوں نے حضرت حمزہؓ کی وہ ساری بات بیان کی جو انہوں نے کیا کہ جب حضرت حمزہؓ کو خبر ہوئی تو اپنی کمان لے کر خانہ کعبہ کی طرف چلے اور قریش کے اس حلقے میں

جس میں ابوجہل بیٹھا تھا اس کے سامنے اپنی کمان پر سہارا لے کر کھڑے ہو گئے اور اس کو مسلسل گھورنے لگے۔ ابوجہل نے آپؓ کے چہرے سے ناراضگی محسوس کی تو اس نے کہا اے ابوعمارہ! یہ حضرت حمزہؓ کی کنیت تھی، کیا معاملہ ہے؟ یہ سنتے ہی حضرت حمزہؓ نے اپنی کمان زور سے اس کی گال پر ماری کہ وہ کٹ گئی اور اس سے خون بہنے لگا۔ اور ان کے غصہ کے خوف کی وجہ سے قریش نے فوراً جھگڑا ختم کروا دیا۔

حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ اس طرح ہوا جو میں نے بھی دیکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے تیسرے دن میں باہر نکلا تو راستے میں مجھے بنو مخزوم کا ایک شخص ملا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کر کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین اختیار کر لیا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر مَیں نے کر لیا ہے تو اس میں کون سی بڑی بات ہے۔ اس نے بھی تو کر لیا ہے جس پر تم کو مجھ سے زیادہ حق ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں مَیں نے کہا وہ کون ہے؟ اس نے کہا تمہاری بہن اور بہنوئی۔ یہ سن کر جب میں اپنی بہن کے گھر گیا تو میں نے دروازے کو بند پایا اور مجھے وہاں کچھ پڑھنے کی سرگوشیاں سنائی دیں۔ میرے لیے دروازہ کھولا گیا اور میں اندر داخل ہو گیا اور ان سے کہا یہ میں نے تم سے کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا تم نے کیا سنا ہے؟ اس مکالمے میں بات بڑھ گئی اور میں نے بہنوئی کا سر پکڑ لیا اور اس کو مارا اور اسے لہولہان کر دیا۔ میری بہن اٹھی اور اس نے مجھے سر سے پکڑ لیا اور کہا یہ تمہاری خواہش کے خلاف ہوا ہے یعنی ہمارا اسلام لانا تمہاری خواہش کے خلاف ہے۔ بہرحال دوسری روایت میں بہن کے زخمی ہونے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جب بہنوئی کا خون دیکھا یا ہو سکتا ہے کہ اس وقت بہن کا بھی ہو گیا ہو تو مجھے شرمندگی ہوئی اور میں بیٹھ گیا اور کہا مجھے یہ کتاب دکھاؤ۔ میری بہن نے کہا کہ اسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ اگر سچ بول رہے ہو تو جاؤ اور غسل کرو۔ چنانچہ میں نے غسل کیا اور آ کر بیٹھ گیا تو انہوں نے وہ صحیفہ میرے لیے نکالا۔ اس میں تھا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ میں نے کہا یہ نام تو بڑے طیب اور پاکیزہ ہیں۔ اس کے بعد تھا۔ طٰہٰ۔ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی یہاں سے لے کر لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی تک، طٰہٰ کی آیت 2 سے 9 تک تھیں۔ کہتے ہیں میرے دل میں اس کلام کی بڑی عظمت پیدا ہوئی۔ میں نے کہا قریش اس سے بھاگتے ہیں۔ میں نے اسلام قبول کر لیا اور میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ میری بہن نے بتایا کہ وہ دارِ ارقم میں ہیں۔ میں وہاں پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو وہاں موجود صحابہ جمع ہو گئے۔ حضرت حمزہؓ نے ان سے کہا تم لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا عمرؓ۔ حضرت حمزہؓ نے کہا کہ خواہ عمرؓ ہی ہو اس کے لیے دروازہ کھول دو۔ اگر وہ باہر دروازے پہ کھڑا ہے۔ اگر وہ اچھے ارادے سے آئے ہیں تو ہم انہیں قبول کر لیں گے اور اگر وہ بری نیت سے آئے ہیں تو ہم اسے قتل کر دیں گے۔ یہ باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سن لیں۔ آپؐ باہر تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے کلمۂ شہادت پڑھا اس پر گھر میں موجود تمام صحابہ نے بلند آواز سے اللہ اکبر! کہا جس کو اہل مکہ نے سنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضرت عمرؓ کہتے ہیں مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہؐ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے کہا پھر یہ اخفاء کیوں ہے؟ ہم اپنے دین کو چھپا کے کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ اس کے بعد ہم وہاں سے دو صفوں میں ہو کر نکلے۔ ایک صف میں مَیں تھا اور دوسری صف میں حضرت حمزہؓ تھے یہاں تک کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ اس پر قریش نے مجھے اور حمزہؓ کو دیکھا اور ان کو ایسا شدید دکھ اور تکلیف پہنچی کہ اس طرح کی تکلیف پہلے کبھی نہیں پہنچی تھی۔ چنانچہ اس دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام 'فاروق' رکھا کیونکہ اسلام کو تقویت پہنچی اور حق اور باطل کے درمیان امتیاز پیدا ہو گیا۔

(تاریخ الخلفاء از جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی صفحہ ۹۱ – ۹۲ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت لبنان ۱۹۹۹ء)

ایوب بن موسیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان و دل پر قائم کر دیا اور وہ 'فاروق' ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ سے حق و باطل میں فرق کر دیا۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد ۴ صفحہ ۱۴۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

حضرت عمرؓ دراز قد اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ سر کے اگلے حصہ پر بال نہیں تھے۔ رنگ سرخی مائل اور مونچھیں گھنی تھیں جن کے کناروں پر سرخی جھلکتی تھی اور آپؓ کے رخسار ہلکے پھلکے تھے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد ۴ صفحہ ۴۸۴ عمر بن الخطاب مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۵ء)

زمانۂ جاہلیت میں حضرت عمرؓ کے جو شغل تھے ان کے بارے میں اس طرح ذکر ملتا ہے کہ گھڑ سواری اور کُشتی حضرت عمرؓ کے محبوب مشاغل میں سے تھے۔ عُکاظ کے میلے میں ہر سال کُشتی کا مقابلہ عموماً حضرت عمرؓ ہی جیتا کرتے تھے۔ نوجوانی میں عرب کے عام رواج کے مطابق اپنے والد کے اونٹ چَرایا کرتے تھے۔

(ماخوذ از سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل (مترجم) صفحہ 51۔52 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

اسلام سے قبل عرب میں لکھنے پڑھنے کا چنداں رواج نہیں تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو قبیلہ قریش میں صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھنا جانتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس وقت اس زمانے میں لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیا تھا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 1 صفحہ 133 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

حضرت عمرؓ اشرافِ قریش میں سے تھے۔ قبل از اسلام قریش کی طرف سے سفارت کا عہدہ آپؓ کے سپرد تھا اور قریش کا دستور تھا کہ جب ان کے درمیان یا ان کے اور غیروں کے درمیان کوئی جنگ ہوتی تو وہ حضرت عمرؓ کو بطور سفیر بھیجتے تھے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۶۴۲ عمر بن الخطاب مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲۰۰۳ء)

جب حبشہ کی طرف بعض مسلمانوں نے ہجرت کی تو اس وقت حضرت عمرؓ کے جو واقف تھے ان کو ہجرت کرتے دیکھ کے حضرت عمرؓ کا جو ردّ عمل تھا باوجود اس کے کہ آپؓ ابھی اسلام نہیں لائے تھے اور سخت طبیعت کے بھی مالک تھے لیکن ردّ عمل نہایت رِقّت والا تھا۔ اس بارے میں حضرت امّ عبداللہ بنت ابو حَثْمَہؓ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی قسم! جب ہم سرزمین حبشہ کی جانب روانہ ہونے لگے اور میرے شوہر عامِر بن رَبِیْعَہ اپنے کسی کام سے گئے ہوئے تھے تو اسی دوران حضرت عمر بن خطابؓ آئے اور میرے پاس کھڑے ہو گئے اور وہ ابھی تک اپنے شرک پر ہی قائم تھے اور ہمیں ان کی طرف سے طرح طرح کی اذیتیں اور تکالیف برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے مجھ سے کہا۔ اے ام عبداللہ! لگتا ہے کہیں روانگی کا ارادہ ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا کہ ہاں اللہ کی قَسم! ضرور ہم اللہ کی زمین میں نکل جائیں گے۔ کہیں جا رہے ہیں۔ تلاش کرتے ہیں کہ کہاں جانا ہے۔ بڑی وسیع زمین ہے اللہ کی۔ تم لوگوں نے تو ہمیں بہت ستایا ہے اور ہم پر بہت ظلم ڈھائے ہیں یہاں تک کہ اللہ نے ہمارے لیے اب نجات کی راہ پیدا کر دی ہے۔ ام عبداللہ بیان کرتی ہیں کہ وہ کہنے لگے اللہ تمہارے ساتھ ہو۔ ام عبداللہ کہتی ہیں کہ جیسی رقّت اس وقت میں نے ان پر طاری دیکھی پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے نکلنے نے انہیں غمگین کر دیا تھا۔ ام عبداللہ کہتی ہیں کہ جب عامر بن ربیعہ اپنے کام سے واپس آئے تو میں نے ان سے کہا اے عبداللہ! کاش ابھی تم عمر کی حالت دیکھتے اور ہمارے لیے ان کی رِقّت اور غم کو دیکھتے۔ عامر بن ربیعہ نے کہا کیا تم ان کے اسلام لانے کی امید رکھتی ہو؟ اس بات سے متاثر ہو گئی ہو گی کہ وہ اسلام لے آئیں گے۔ وہ کہتی ہیں میں نے کہا ہاں۔ اس پر اس نے یعنی عامر بن ربیعہ نے کہا کہ وہ کبھی اسلام قبول نہیں کرے گا۔ جسے تم نے دیکھا ہے وہ اسلام قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ خطاب کا گدھا اسلام قبول کر لے۔ ام عبداللہ کہتی ہیں حضرت عمرؓ کی اسلام کے متعلق سختی اور شدت کو دیکھ کر اس سے مایوس ہوتے ہوئے عامر بن ربیعہ نے یہ بات کہی تھی۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۵۹ باب ذکر اسلام عمر بن الخطابؓ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت ۲۰۰۹ء)

اتنا سخت دشمن ہو تو کس طرح ہو سکتا ہے وہ اسلام قبول کر لے۔ اس واقعہ کا ذکر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ ''حضرت عمرؓ کو اسلام سے شدید دشمنی تھی۔'' آپؓ فرماتے ہیں ''لیکن ان میں روحانی قابلیت بھی موجود تھی یعنی باوجود آپؓ میں شدید غصہ ہونے کے، باوجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو تکالیف پہنچانے کے ان کے اندر جذبہ رِقّت بھی موجود تھا۔ چنانچہ جب حبشہ کی طرف پہلی ہجرت ہوئی تو مسلمانوں نے نماز فجر سے پہلے مکہ سے روانگی کی تیاری کی تا کہ مشرک انہیں روکیں نہیں اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔ مکہ میں یہ رواج تھا کہ رات کو بعض رؤساء شہر کا دورہ کیا کرتے تھے تا کہ چوری وغیرہ نہ ہو۔'' جائزہ لیتے تھے گلیوں میں۔ ''اسی دستور کے مطابق حضرت عمرؓ بھی رات کو پھر رہے تھے کہ آپؓ نے دیکھا۔ ایک جگہ گھر کا سب سامان بندھا پڑا ہے۔'' سارا سامان۔ ''آپؓ آگے بڑھے۔ ایک صحابیہؓ سامان کے پاس کھڑی تھیں۔ اس صحابیہؓ کے خاوند کے ساتھ شاید حضرت عمرؓ کے تعلقات تھے۔ اس لئے آپ نے اس صحابیہؓ کو مخاطب کر کے کہا۔ بی بی یہ کیا بات ہے، مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی لمبے سفر پر جا رہی ہو۔ اس صحابیہؓ کا خاوند وہاں نہیں تھا۔ اگر وہ وہاں ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ مشرکینِ مکہ کی عداوتوں اور دشمنیوں کی وجہ سے حضرت عمرؓ کی یہ بات سن کر وہ کوئی بہانہ بنا دیتا۔'' کہ جا رہے ہیں کہ نہیں جا رہے۔ یا تھوڑا سفر ہے یا کس جگہ جا رہے ہیں یا قریب ہی کوئی جگہ ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''لیکن عورت کو یہ حِس نہیں تھی۔'' اس عورت کو یہ خیال نہیں آیا۔ یا تھی بھی تو اس نے سچائی سے کام لیا۔ ''اس صحابیہؓ نے کہا عمرؓ! ہم تو مکہ چھوڑ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا تم مکہ چھوڑ رہی ہو؟ صحابیہؓ نے کہا ہاں ہم مکہ چھوڑ

رہے ہیں۔حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کیوں مکہ چھوڑ رہے ہو؟ صحابیہؓ نے جواب دیا کہ عمرؓ! ہم اس لئے مکہ چھوڑ رہے ہیں کہ تم اور تمہارے بھائی ہمارا یہاں رہنا پسند نہیں کرتے اور ہمیں خدائے واحد کی عبادت کرنے میں یہاں آزادی میسر نہیں۔ اس لئے ہم وطن چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں جا رہے ہیں۔ اب باوجود اس کے کہ حضرت عمرؓ اسلام کے شدید دشمن تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ خود مسلمانوں کو مارنے پر تیار رہتے تھے۔ رات کے اندھیرے میں اس صحابیہؓ سے یہ جواب سن کر کہ ہم وطن چھوڑ رہے ہیں اس لئے کہ تم اور تمہارے بھائی ہمارا یہاں رہنا پسند نہیں کرتے اور ہمیں خدائے واحد کی عبادت آزادی سے نہیں کرنے دیتے حضرت عمرؓ نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔'' یہ بات سن کے'' اور اس صحابیہؓ کا نام لے کر کہا کہ اچھا جاؤ خدا تمہارا حافظ ہو۔معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ پر رقّت کا ایسا جذبہ آیا کہ آپؓ نے خیال کیا کہ اگر میں نے دوسری طرف منہ نہ کیا تو مجھے رونا آ جائے گا۔ اتنے میں اس صحابیہؓ کے خاوند بھی آ گئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ عمرؓ! اسلام کے شدید دشمن ہیں۔ انہوں نے جب آپؓ کو وہاں کھڑا دیکھا تو خیال کیا یہ ہمارے سفر میں کوئی روک پیدا نہ کر دیں۔ انہوں نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ یہ یہاں کیسے آ گیا؟ اس نے بتایا کہ وہ اِس اِس طرح آیا تھا اور اس نے سوال کیا تھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ کوئی شرارت نہ کرے۔'' اس وقت جانے لگے ہوں گے، وہاں کھڑے دیکھا ہوگا۔ اس کے بعد ان کے آنے سے پہلے ہی یا قریب پہنچنے سے پہلے ہی حضرت عمرؓ وہاں سے روانہ ہو چکے تھے۔ یا ان کے ملنے کے بعد روانہ ہوئے۔ بہرحال انہوں نے کہا کوئی شرارت نہ کرے۔'' اس صحابیہؓ نے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے (عرب عورتیں عام طور پر اپنے خاوندوں کو چچا کا بیٹا کہا کرتی تھیں) تم تو یہ کہتے ہو کہ وہ کہیں کوئی شرارت نہ کرے مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کسی دن مسلمان ہو جانا ہے کیونکہ جب میں نے کہا عمرؓ! ہم اس لئے مکہ چھوڑ رہے ہیں کہ تم اور تمہارے بھائی ہمیں خدائے واحد کی عبادت آزادی سے نہیں کرنے دیتے تو اس نے منہ پھیر لیا اور کہا۔ اچھا جاؤ خدا تمہارا حافظ ہو۔ اس کی آواز میں ارتعاش تھا اور میں سمجھتی ہوں کہ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضرور کسی دن مسلمان ہو جائیگا۔''

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 140-141)

حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں بھی کی تھیں۔ اس بارے میں روایت میں آتا ہے۔حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِأَبِيْ جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ۔ اے اللہ! تو ان دو اشخاص ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے اپنے زیادہ محبوب شخص کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا کر۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے اللہ کو زیادہ محبوب حضرت عمرؓ تھے۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب فی مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب حدیث ۳۶۸۱)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ أَيِّدِ الدِّيْنَ بِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ سے دین کی تائید فرما۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً کہ اے اللہ! خاص طور پر عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا کر۔

(مستدرك للحاكم على الصحيحين جلد ۳ صفحہ ۸۹ کتاب معرفة الصحابه باب من مناقب امیر المومنین عمر بن الخطابؓ حدیث نمبر ۴۴۸۵۔ ۴۴۸۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے ایک دن پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی۔ اَللّٰهُمَّ أَيِّدِ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ، عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ أَوْ عَمْرِو بْنِ هِشَامٍ اے اللہ! ان دو لوگوں میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ سے اسلام کی تائید فرما۔ عمر بن خطابؓ یا عمرو بن ہشام۔ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ أَوْ عَمْرِو بْنِ هِشَامٍ عمر بن خطابؓ سے یا عمرو بن ہشام سے۔ جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ! عمرؓ کے اسلام لانے سے آسمان والے بھی خوش ہیں۔ طبقات الکبریٰ کی یہ روایت ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۴۳ باب اسلام عمرؓ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان ۱۹۹۶ء)

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے بارے میں مزید یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ذوالحجہ 6/ نبوی میں اسلام قبول کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۰۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ ۱۹۹۰ء)

قبول اسلام کی وجہ بننے والے متعدد واقعات و روایات کتب حدیث اور سیرت میں مذکور ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے متعلق ایک روایت یہ ہے۔ سیرۃ الحلبیۃ میں یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل نے لوگوں سے کہا کہ اے گروہ قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے اور تمہیں بے عقل ٹھہراتا ہے۔ نیز تمہارے بزرگوں کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں۔ اس لیے میں اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے گا میری طرف سے وہ ایک سو سرخ و سیاہ اونٹوں اور ایک ہزار اوقیہ چاندی کے انعام کا حق دار ہوگا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا تھا یعنی تقریباً 126 گرام اور بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بنتی ہے لیکن بہرحال ایک بہت بڑی رقم تھی جو اس نے (اوقیہ جو ہے 126 گرام ہے تو یہ بہت بڑی رقم بنتی ہے) انعام کے طور پر مقرر کی تھی اور ایک دوسری روایت جو ہے وہ اس طرح ہے کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے اس کو اتنے اوقیہ سونا اور اتنے اوقیہ چاندی اور اتنا مشک اور اتنے قیمتی کپڑے اور اس کے علاوہ دوسری بہت سی چیزیں دینے کا اعلان کیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ بولے کہ میں اس انعام کا حق دار بنوں گا۔ لوگوں نے کہا بے شک عمرؓ یہ انعام تمہارا ہوگا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے اس بارے میں باقاعدہ معاہدہ کیا۔حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ننگی تلوار اپنے کندھے سے لٹکا کر رسول اللہؐ کی تلاش میں نکلا۔ راستے میں ایک جگہ سے گزرا جہاں ایک بچھڑا ذبح کیا جا رہا تھا۔ میں نے اس بچھڑے کے پیٹ میں سے آواز سنی۔ اے آلِ ذَرِیح! (ذَرِیح اس بچھڑے کا نام تھا جو ذبح کیا جا رہا تھا) ایک پکارنے والا پکار رہا ہے اور صاف آواز میں کہہ رہا ہے اور اس بات کی گواہی کی طرف بلا رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ سے کہا اس میں میری طرف ہی اشارہ ہے۔

(السيرة الحلبية جلد اول صفحہ ۴۷۰ باب الهجرة الاولىٰ الى ارض الحبشة ... دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۲ء)
(لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 527)

اگر سیرۃ الحلبیۃ کی یہ روایت صحیح ہے تو لگتا ہے کوئی کشفی نظارہ تھا جو آپؓ نے وہاں اس وقت دیکھا یا کسی طرف سے آواز آئی۔

تیسری روایت حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں جو ملتی ہے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن میں حرم میں طواف کرنے کے ارادے سے آیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؐ جب نماز پڑھا کرتے تھے تو ملک شام کی طرف منہ کر لیا کرتے تھے یعنی بیت المقدس کے پتھر کی طرف اس طرح کہ آپؐ کعبہ کو اپنے اور شام یعنی بیت المقدس کے درمیان کر لیا کرتے تھے۔ اس طرح آپؐ کی نماز کی جگہ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان ہوا کرتی تھی۔ رکن یمانی کعبہ کا جنوب مغربی کونہ ہے جو یمن کی طرف ہے کیونکہ اس کے بغیر بیت المقدس کا سامنا نہیں ہوتا تھا۔غرض حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں نے سوچا کہ آج کی رات میں بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام سنوں کہ یہ کیا کہتے ہیں۔ پھر میں نے سوچا کہ اگر میں سننے کے لیے ان کے قریب گیا تو میں انہیں ہوشیار کر دوں گا اس لیے میں حجر اسود کی طرف سے آیا اور خانہ کعبہ کے غلاف کے پیچھے ہو گیا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز میں مشغول رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کی۔ یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے ہو گیا جس طرف آپؐ نے منہ کیا ہوا تھا۔ میرے اور آپؐ کے درمیان غلاف کعبہ کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ جب میں نے قرآن کریم سنا تو میرا دل اس کی وجہ سے پگھل گیا اور میں رو پڑا اور اسلام میرے اندر داخل ہو گیا۔ میں اسی طرح اپنی جگہ کھڑا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل کی اور وہاں سے واپس تشریف لے گئے تو میں آپؐ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پیروں کی آہٹ سنی تو مجھے پہچان لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھے کہ میں آپؐ کو کوئی تکلیف پہنچانے کے لیے آپؐ کا پیچھا کر رہا ہوں۔ آپؐ نے مجھے ڈانٹا اور پھر کہا: اے ابن خطاب! تم اتنی رات گئے کس ارادے سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اس پر جو اللہ کی طرف سے آیا ہے ایمان لانے کے لیے آیا ہوں۔

ایک چوتھی روایت جو ہے وہ اس طرح ملتی ہے کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں ایک رات میری بہن کو دردِ زِہ اٹھا تو میں گھر سے نکل آیا اور دعا کرنے کے لیے کعبہ کے پردوں کے ساتھ لپٹ گیا۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حجر اسود کے پاس جتنی اللہ نے چاہی نماز پڑھی اور پھر تشریف لے گئے۔ اس وقت میں نے ایسا کلام سنا جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے تو

میں آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ آپ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ عمرؓ ہوں تو آپؐ نے فرمایا اے عمرؓ! تم مجھے نہ رات کو چھوڑتے ہو اور نہ دن کو۔ یہ سن کر میں ڈرا کہ کہیں آپؐ میرے لیے بد دعا نہ فرما دیں تو میں نے فوراً کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ تب آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے عمرؓ! کیا تم اپنے اسلام کو چھپانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو دینِ حق دے کر بھیجا ہے کہ میں اپنے اسلام کا بھی اسی طرح اعلان کروں گا جیسے اپنے شرک کا اعلان کیا کرتا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور فرمایا اے عمرؓ! اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت پر قائم رکھے۔ اس کے بعد آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے ثابت قدمی کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلا گیا اور آپؐ اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۴۶۹ باب الھجرۃ الاولیٰ الی ارض الحبشۃ ... دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)
(فرہنگ سیرت صفحہ 135)

اسلام قبول کرنے کے متعلق جو پانچویں اور مشہور روایت ہے اس کی کچھ مختصر تفصیل پہلے بھی بیان ہو چکی ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ تلوار سونتے ہوئے نکلے۔ راستے میں بنو زُہرہ کا ایک آدمی ملا اس نے آپؓ سے پوچھا عمر کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں (نعوذ باللہ)۔ اس نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے کیا تم بنو ہاشم اور بنو زُہرہ سے امن پا لو گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم صابی ہو گئے ہو۔ اس کو بھی کہا اور اپنے دین سے پھر گئے ہو جس پر تم تھے۔ اس آدمی نے کہا کہ اے عمرؓ! کیا میں تمہیں اس سے زیادہ تعجب کی بات نہ بتاؤں۔ مجھے تم کہہ رہے ہو کہ صابی ہو گئے ہو تو اس سے بھی بڑی بات بتاتا ہوں کہ تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں صابی ہو گئے ہیں اور اس دین سے منحرف ہو گئے ہیں جس پر تم ہو۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ دونوں کو ملامت کرتے ہوئے ان کے گھر آئے۔ دونوں کے پاس مہاجرین میں سے ایک صحابی حضرت خَبّابؓ تھے۔ حضرت خبابؓ کے ضمن میں یہ واقعہ میں نے پہلے بیان بھی کیا ہے۔ انہوں نے جب حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ گھر میں داخل ہوئے تو کہا تم کیا پڑھ رہے تھے؟ یہ کیا آواز تھی جو میں نے تمہاری طرف سے سنی ہے؟ اس وقت وہ لوگ سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا ایک بات کے سوا کچھ نہ تھا جو ہم آپس میں کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں نے سنا ہے کہ تم دونوں اپنے دین سے منحرف ہو گئے ہو۔ حضرت عمرؓ کے بہنوئی نے کہا اے عمرؓ! کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ حق تمہارے دین کے سوا دوسرے دین میں ہو۔ سچائی کی تلاش کرنی ہے ناں تو کبھی تم نے غور کیا ہے کہ شاید دوسرے دین میں سچائی ہو۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنے بہنوئی کو پکڑ لیا اور سختی سے زدوکوب کیا۔ آپؓ کی بہن اپنے خاوند کو بچانے کے لیے آئیں تو حضرت عمرؓ نے ان پر بھی ہاتھ اٹھا دیا جس سے ان کے چہرے سے (بہن کے چہرے سے) خون بہنے لگا۔ انہوں نے غصہ سے کہا اے عمرؓ! اگر سچائی تیرے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہے تو تُو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جب حضرت عمرؓ عاجز آ گئے تو کہنے لگے کہ مجھے وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تا کہ میں اسے پڑھوں اور حضرت عمرؓ پڑھنا جانتے تھے۔ آپؓ کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو اور اسے کوئی ناپاکی کی حالت میں نہیں چھو سکتا۔ پس اٹھو اور غسل کر و یا وضو کر لو۔ حضرت عمرؓ نے اٹھ کر وضو کیا۔ پھر کتاب لے کر پڑھنے لگے وہ سورۃ طٰہٰ تھی۔ جب اس آیت پر پہنچے کہ اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ: 15) یقیناً میں ہی اللہ ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پس میری عبادت کر اور میرے ذکر کے لیے نماز کو قائم کر۔ اس آیت کو پڑھنے کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ بتاؤ۔ یہ بات سن کر حضرت خَبّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی گھر سے نکلے اور کہنے لگے کہ اے عمرؓ! تمہیں خوشخبری ہو۔ میری خواہش ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جمعرات کی رات کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِعَمْرِو بْنِ ھِشَامٍ کہ اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطابؓ یا عمرو بن ہشام کے ذریعہ سے عزت دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس گھر میں تھے جو کوہِ صفا کے دامن میں تھا۔ حضرت عمرؓ چلے یہاں تک کہ اس گھر میں داخل ہوئے۔ اس وقت گھر کے دروازے پر حضرت حمزہؓ، حضرت طلحہؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہؓ تھے۔ حضرت حمزہؓ نے ان کو دیکھا کہ یہ لوگ عمرؓ سے ڈر رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اچھا تو یہ عمرؓ ہیں۔ اگر اللہ ان کو خیر سے لایا ہے تو یہ اسلام قبول کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور ارادہ ہو تو ان کو قتل کرنا ہم پر آسان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تھے اور آپؐ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ آپؐ بھی باہر نکلے اور عمرؓ کے پاس آئے اور ان کو سینے سے پکڑا اور فرمایا اے عمرؓ! کیا تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک کہ اللہ تم پر رسوائی اور دردناک عذاب نازل نہ کر دے جس طرح ولید بن مغیرہ کے لیے نازل کیا۔ پھر آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اے اللہ! یہ عمر بن خطابؓ ہے۔ اے اللہ! دین کو عمر بن خطابؓ کے ذریعہ عزت دے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور اسلام قبول کر لیا اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی اشاعت کے لیے باہر نکلیں۔

مَعْمَراور زُہری سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ اَرْقم میں آنے کے بعد اسلام قبول کیا اور دارِ اَرْقم میں مسلمان ہونے والے چالیسویں یا چالیس سے کچھ زیادہ مرد و خواتین کے بعد اسلام قبول کرنے والے تھے۔ دارِ اَرْقم وہ مکان یا مرکز ہے جو ایک نومسلم ارقم بن ارقم کا مکان تھا اور مکہ سے ذرا باہر تھا۔ وہاں مسلمان جمع ہوتے تھے اور یہ دین سیکھنے اور عبادت وغیرہ کرنے کے لیے ایک مرکز تھا اور اسی شہرت کی وجہ سے اس کا نام ''دارالاسلام'' بھی مشہور ہوا اور یہ مکہ میں تین سال تک مرکز رہا۔ وہیں خاموشی سے عبادت کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسیں لگا کرتی تھیں اور پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو پھر کھل کر باہر نکلنا شروع کیا۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ اس مرکز میں اسلام لانے والے آخری شخص تھے جن کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی اور وہ دار ارقم سے نکل کر برملا تبلیغ کرنے لگ گئے۔

(الطبقات الکبریٰ جزء ۳ صفحہ ۱۴۲-۱۴۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۹۹۶ء)
(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 129)

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا یہی واقعہ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ ایک اور جگہ بھی ملتا ہے۔ اس جگہ سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات کا ذکر ہے جبکہ دوسری جگہ سورۃ الحدید کی ابتدائی آیات کا ذکر ہے جن کی حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کے گھر میں تلاوت کی تھی۔

(اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۱۴۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۳ء)

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بارے میں ایک چھٹی روایت بھی ہے۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قبول اسلام سے پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلا تو میں نے دیکھا کہ آپؐ مجھ سے پہلے مسجد میں پہنچ گئے ہیں۔ میں آپؐ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الحاقۃ کی تلاوت شروع کی۔ میں قرآن کریم کی بناوٹ اور ترکیب سے متعجب ہوا اور میں نے کہا بخدا یہ تو شاعر ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ جب میں نے یہ سوچا تو آپؐ نے اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ۔ وَّمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ۔ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ (الحاقۃ: 41-42) وَمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ۔ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ کی تلاوت فرمائی۔ یعنی یقیناً یہ عزت والے رسول کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کی بات نہیں۔ بہت کم ہے جو تم ایمان لاتے ہو۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ تو کاہن ہے، جادوگر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھا کہ وَلَا بِقَوْلِ کَاھِنٍ۔ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ۔ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ۔ لَاَخَذْنَا مِنْہُ بِالْیَمِیْنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْہُ الْوَتِیْنَ۔ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْہُ حٰجِزِیْنَ۔ (الحاقۃ: 43 تا 48) تو پھر آپؐ نے اس سورت کی آخر تک تلاوت فرمائی اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے۔ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔ ایک تنزیل ہے تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اور اگر وہ بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اسے ضرور داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ پھر ہم یقیناً اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی ایک بھی اس سے ہمیں روکنے والا نہ ہوتا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس وقت سے اسلام میرے دل میں گھر کر گیا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 108-109 مسند عمر بن الخطاب حدیث 107 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

اور ایک ساتویں روایت بھی ملتی ہے جو بخاری کی روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ میں نے جب بھی حضرت عمرؓ کو کسی چیز کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرا خیال ہے کہ یہ ایسے ہے تو وہ ویسے ہی ہوتی ہے جیسا کہ وہ گمان کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک خوبصورت شخص گزرا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ شاید میرا گمان غلط ہو یا تو یہ شخص جاہلیت والے اپنے دین پر ہے یا یہ ان لوگوں کا کاہن تھا۔ اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ اسے آپؓ کے پاس بلا کر لایا گیا تو انہوں نے اس شخص سے وہی کہا۔ اس نے کہا کہ میں نے آج کی مانند کوئی دن نہیں دیکھا جس میں کسی مسلمان شخص کا یوں استقبال کیا گیا ہو۔ یہ شخص بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں قسم دیتا ہوں کہ تمہیں مجھے ضرور

بتاتا ہوگا۔ اس نے کہا کہ میں زمانہ جاہلیت میں ان کا کاہن تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کوئی بہت عجیب بات جو تمہاری جِنّی تمہارے پاس لائی ہو۔ کاہن تھے جادو کرتے تھے۔ کوئی جِنّی تمہارے پاس کوئی عجیب بات لائی ہو۔ اس نے کہا کہ ایک دفعہ جبکہ میں بازار میں تھا کہ وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس میں گھبراہٹ معلوم کی۔ اس جِنّی نے کہا۔ کیا تم نے جِنّوں کو نہیں دیکھا اور ان کی پریشانی اور حیرت کو اور اونٹنیوں اور ان کے پالانوں سے ان کے جا ملنے کو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ ایک بار میں ان کے بتوں کے پاس سویا ہوا تھا کہ ایک شخص گائے کا بچھڑا لایا اور اس نے اسے ذبح کیا تو ایک آواز دینے والے نے چیخ لگائی۔ میں نے اس سے بلند آواز میں چیخنے والا کبھی نہیں سنا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اے حد سے بڑھے ہوئے دشمن! ایک بامراد اور عمدہ کام ہے۔ ایک خوش بیان شخص ہے وہ کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یعنی تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس پر لوگ اٹھے۔ میں نے کہا میں نہیں نکلوں گا یہاں تک کہ میں جان لوں کہ اس کے پیچھے کون ہے۔ پھر آواز آئی اے حد سے بڑھے ہوئے دشمن! ایک بامراد اور عمدہ کام ہے۔ ایک خوش بیان شخص ہے وہ کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ یعنی تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس پر میں بھی کھڑا ہوگیا۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ کہا جانے لگا کہ یہ نبی ہیں۔ بخاری کے بعض نسخوں میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی جگہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ بھی آتا ہے۔ تو یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حدیث ۳۸۶۶)

بہرحال حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے بارے میں تاریخ وسیرت کی کتب میں مختلف روایات ملتی ہیں اور ان میں سب سے مشہور یعنی جو اکثر کتب میں مذکور ہے وہ وہی روایت ہے جس میں حضرت عمرؓ تلوار لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کرنے کے لیے نکلے تھے تو راستہ میں کسی نے بتایا کہ اپنے گھر کی خبر لیں، تو آپ اپنے بہن اور بہنوئی کے گھر گئے اور یہی روایت زیادہ تر مانی جاتی ہے اور اس کا ہی اکثر جگہوں پر ذکر ہے۔ گو بے شمار روایتیں اَور بھی ہیں جو مَیں نے بیان کی ہیں۔ بہرحال مَیں نے جو روایتیں بیان کی ہیں اپنی اپنی ان روایتوں کو جنہوں نے بھی صحت پر سمجھا ہے، مؤرخین نے بھی اور سیرت لکھنے والوں نے بھی، اس پر بڑی بحثیں کی ہیں لیکن بہرحال ہم تو اسی روایت کو صحیح مانتے ہیں جو بہن اور بہنوئی کے گھر والا معاملہ تھا اور پھر وہاں سے دار ارقم میں آپؓ گئے۔ یہ کہا جا سکتا ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی مذکورہ تمام روایات ہی اپنی جگہ درست ہوں جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مختلف مواقع پر حضرت عمرؓ کے دل میں تبدیلی کے واقعات ہوتے رہے۔ بعض دفعہ تبدیلی کے واقعات ہوتے رہتے ہیں لیکن آخری قدم نہیں اٹھایا جاتا اور آخری واقعہ وہی ہوا جب اپنی بہن اور بہنوئی کے گھر میں قرآن کریم سنا اور اسلام قبول کرنے کے لیے دربار رسالت میں حاضر ہو گئے۔ بہرحال اللہ بہتر جانتا ہے۔

’’حضرت عمرؓ کی عمر اس وقت تینتیس سال کی تھی اور آپ اپنے قبیلہ بنو عدی کے رئیس تھے۔‘‘ جب آپؓ نے بیعت کی ہے، اسلام قبول کیا ہے تو ’’قریش میں سفارت کا عہدہ بھی انہی کے سپرد تھا۔‘‘ اور ویسے بھی نہایت بارعب اور جری اور دلیر تھے۔ ان کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی اور انہوں نے دارِ ارقم سے نکل کر برملا مسجد حرام میں نماز ادا کی۔ حضرت عمرؓ آخری صحابی تھے جو دار ارقم میں ایمان لائے اور یہ بعثت نبوی کے چھٹے سال کے آخری ماہ کا واقعہ ہے۔ اس وقت مکہ میں مسلمان مردوں کی تعداد چالیس تھی۔‘‘

(سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 159)

باقی اس بارے میں ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

اس وقت میں چند مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ اس میں پہلے احمد محمد عثمان شبوطی صاحب ہیں جو محمد عثمان شبوطی صاحب آف یمن کے بیٹے تھے۔ 9؍اپریل 2021ء کو ستاسی سال کی عمر میں مصر میں ان کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

احمد محمد عثمان شبوطی صاحب کی پیدائش یمن کے شہر عدن میں ہوئی تھی۔ جب مکرم غلام احمد صاحب مبلغ عدن گئے ہیں تو اس وقت شبوطی صاحب نے چودہ سال کی عمر میں بیعت کی تھی۔ پھر اس کے بعد آپ کو جماعت احمدیہ یمن میں مختلف عہدوں پر کام کرنے کی توفیق ملی اور ایک لمبا عرصہ سے بحیثیت صدر جماعت احمدیہ یمن خدمت کی توفیق پا رہے تھے یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی یعنی تاوفات اس عہدے پر قائم تھے۔ آپ کی شادی مکرمہ وسیمہ محمد صاحبہ بنت ڈاکٹر محمد احمد عدنی صاحب سے ہوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت حاجی محمد دین صاحب دہلوی اور صحابیہ حضرت حسینہ بی بی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پوتی ہیں۔ شبوطی صاحب کا نکاح بھی پھر ربوہ میں ہی ہوا تھا لیکن غیر حاضری میں ہوا تھا۔ بہرحال پھر ان کا مرکز سے تعلق پیدا ہوا۔

شبوطی صاحب کو ربوہ جانے کی بھی توفیق ملی اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کا بھی شرف حاصل ہوا۔ بزرگوں سے بھی وہاں ملے، صحابہ سے بھی ملے۔ شبوطی صاحب نے برطانیہ کی متعدد یونیورسٹیوں سے نرسنگ اور ہیلتھ منیجمنٹ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور لیورپول یونیورسٹی سے ہیلتھ ایڈمنسٹریشن میں ماسٹرز کی ڈگری کی۔ یمن سینٹرل ہیلتھ انسٹی ٹیوٹ کے Dean کے عہدے سمیت صحت کے میدان میں تقریباً انتیس سال تک متعدد عہدوں پر فائز رہے۔ مشرق وسطیٰ کے ممالک کے علاوہ دیگر کئی ممالک میں عالمی ادارۂ صحت کے عارضی مشیر کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ کچھ عرصہ سے بیمار تھے اور چند ماہ سے مصر میں منتقل ہو گئے تھے اور کوشش یہی تھی کہ یہاں یوکے آ جائیں۔ وہاں علاج بھی ہو رہا تھا لیکن پھر زیادہ بیماری کی وجہ سے چند دن ہسپتال میں رہ کر آخر 9؍اپریل کو اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹے محمد شبوطی امریکہ میں ڈاکٹر اور تین بیٹیاں ہیں، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں ہیں۔ بڑی بیٹی تو یمن میں ہیں۔ ایک بیٹی جرمنی میں ہیں اور مروٰی شبوطی صاحبہ ہمارے یہاں یوکے میں ہیں۔ ایم ٹی اے العربیۃ میں خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔

ان کی بیٹی مروٰی شبوطی کہتی ہیں کہ یہ درست ہے کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے لیکن میں نے اپنے باپ سے بھی ماؤں جیسی شفقت پائی۔ یا یوں کہیے کہ مجھے باپ کے اور ماں کے پیار میں کبھی فرق محسوس نہیں ہوا۔ کہتی ہیں میرے والد متقی، صالح، اعلیٰ اخلاق کے مالک، نہایت عاجز اور خاکسار تھے۔ صبر و صدق اور امانت کے پیکر، غریب پرور اور تمام لوگوں سے بلکہ انسانیت سے محبت کرنے والے تھے اور یہ بہت سے لکھنے والوں نے لکھا ہے۔ غیروں نے بھی جو ان کے واقف کار تھے یہی باتیں لکھی ہیں۔ اپنے کام کو نہایت باریک بینی سے سرانجام دیتے تھے۔ وقت کی پابندی اور وعدوں کا پاس کرنے والے تھے۔ اکثر عبادت و نوافل ادا کرتے تھے اور فرض نمازوں کی پابندی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کہتی ہیں کہ 2002ء میں ان کو، ان کے دونوں ماں باپ کو حج بیت اللہ کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔

یمن کے قائمقام صدر جماعت خالد علی الصبری صاحب کہتے ہیں مرحوم کبر سنی کے باوجود رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔ نیک دل، ہمیشہ مسکرانے والے، سخی اور مہمان نواز تھے۔ ہر احمدی سے مہربان باپ کی طرح سلوک کرتے تھے۔ جب بھی کوئی جماعتی ضرورت ہوتی تو اپنی ذاتی جیب سے خرچ کرتے اور جماعتی استعمال کی چیزیں جیسے پرنٹر اور فیکس مشین وغیرہ خود ہی خریدتے تھے۔ غریب لاچاروں کے لیے بڑے ہی رحمدل اور شفقت کرنے والے تھے۔ ہر غریب احمدی پر دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ احمدی یتامیٰ اور بیوگان کی کفالت کرتے تھے۔ جنگ سے متاثر ایک فیملی کے مکان کا کرایہ بھی خود جیب سے ادا کرتے تھے۔ بڑی عمر کے باوجود انہوں نے 2018ء میں عدن سے صنعاء کا بیس گھنٹے کا طویل اور پُرمشقت سفر کیا جبکہ سعودی حملوں کی وجہ سے راستہ نہایت خطرناک تھا اور جگہ جگہ چیکنگ بھی ہوتی تھی۔ بڑھاپے کے باعث ان کے لیے چلنا بھی مشکل تھا۔ انہوں نے یہ سفر صرف صنعاء جماعت کے ساتھ عید پڑھنے اور غریب فیملیوں کو عیدی دینے اور ان کی خوشی میں شریک ہونے کے لیے کیا تھا۔ تمام احباب جماعت اس وقت ان کی آمد سے خوش ہوئے۔

اگلا ذکر مکرم قریشی ذکاء اللہ صاحب کا ہے جو دفتر جلسہ سالانہ کے اکاؤنٹنٹ تھے۔ یہ بھی 9؍اپریل کو ستاسی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

قریشی صاحب کے خاندان میں احمدیت ان کے نانا اور ان کی اہلیہ کے دادا حضرت خورشید علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ سے آئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سیالکوٹ تشریف لائے تو حضرت خورشید علی صاحبؓ نے سولہ سال کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔ قریشی صاحب کی اہلیہ وفات پا چکی ہیں۔ پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ اور بیٹا حافظ قرآن ہے یہیں یوکے میں رہتے ہیں۔ ایک بیٹی دفتر پی ایس ربوہ کے ہمارے کارکن کی اہلیہ ہیں۔ دوسری بیٹی مانچسٹر میں ہیں۔ ایک بیٹی وفات پا چکی ہیں۔

1954ء میں انہوں نے جماعتی خدمات کا آغاز کیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صدر نگران بورڈ کے زیر سایہ انہوں نے بطور ریلیونگ کلرک کے کام کیا۔ 58 سال سے اوپر انہوں نے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی ملازمت کی۔ ان کے بیٹے حافظ شمس الضحیٰ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ساتھ انہیں کام کا موقع ملا اور حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کے گھر جایا کرتے تھے۔ ایک دن گھر گئے تو شروع میں پہلے دن حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ان کو کہا کہ تشریف رکھیں تو کہتے ہیں میں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ

السلام کی اولاد کے سامنے میں کس طرح برابری پہ بیٹھ سکتا ہوں۔ اس پہ حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے فرمایا اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ یعنی حکم ادب اور احترام پر فوقیت رکھتا ہے۔ اس پر وہ بیٹھ گئے۔ بڑا احترام تھا۔ کہتے ہیں میرے والد صاحب خاموش طبیعت کے مالک تھے۔ پنجوقتہ نماز باجماعت کے پابند تو تھے ہی، تہجد کا التزام کرتے تھے۔ مرحومین کی طرف سے چندہ جات کی ادائیگی کرتے تھے۔ خاندان کے بزرگوں کو اپنے گھر رکھ کر ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔ بعض کی وفات بھی ہمارے گھر میں ہوئی۔ خلافت سے بہت وفا اور پیار کا تعلق تھا اور ہم میں بھی اس کو یقینی بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ کہتے ہیں بچپن میں مجھے نماز پر ساتھ لے جاتے اور اکثر راستے میں یہی کہا کرتے تھے کہ جب بھی کوئی خلیفہ وقت تمہیں کام کے لیے پکاریں تو ہمیشہ تیار رہنا۔ اور بعض غریبوں کے گھروں کے اخراجات بھی انہوں نے اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کی بیٹی امۃ السلام کہتی ہیں کہ میرے والد صاحب نے اپنی ذاتی جائیداد سے ایک کنال پلاٹ محلہ نصیر آباد سلطان ربوہ میں مسجد کی تعمیر کی غرض سے صدر انجمن احمدیہ کے نام ہبہ کیا تھا۔ ایک ماہ میں دو مرتبہ عموماً قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا سب بہن بھائیوں کو اچھی طرح پڑھایا لکھایا۔ ان کی اچھی تربیت کی۔

اگلا ذکر مکرم ملک خالق داد صاحب کینیڈا کا ہے جو 85سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کے نانا حضرت شیخ نور الدین صاحب تاجر قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور آپ کے دادا محترم مولا داد صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ لمبا عرصہ کراچی میں بطور صدر حلقہ ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ کینیڈا میں شعبہ مال میں خدمت بجالاتے رہے۔ پابند صوم و صلوٰۃ، ہمدرد، شفیق، غریب پرور، نیک، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ چندہ کی ادائیگی اور مالی تحریکات میں حصہ لینے کے لیے ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ خلافت کے ساتھ عقیدت کا والہانہ تعلق تھا اور یہ میں نے بھی ان میں دیکھا ہے۔ خلافت کے لیے غیر معمولی تعلق کا اظہار تھا۔ مرحوم اللہ کے فضل سے ابتدائی موصیان میں سے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹے ان کے کینیڈا کی نیشنل عاملہ میں خدمت کر رہے ہیں۔

اگلا ذکر محمد سلیم صابر صاحب کا ہے جو نظارت امور عامہ کے کارکن تھے۔ 27؍مارچ کو 77سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ سلیم صابر صاحب کے خاندان میں احمدیت ان کے والد حضرت میاں نور محمد صاحب صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ آئی تھی۔ ان کے والد قادیان کے قریب ونجواں نامی گاؤں کے رہنے والے تھے اور انہوں نے 1903ء میں خود قادیان جاکر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ 19 مئی 1962ء سے صدر انجمن احمدیہ میں ان کا تقرر ہوا۔ اس کے بعد 1968ء میں دیوان سے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں ان کی ٹرانسفر ہوگئی، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خود ان کو اپنے دفتر کے لیے منتخب کیا۔ پھر 87ء سے لے کر 06ء تک امور عامہ میں محتسب رہے۔ ان کا عرصہ خدمت تقریباً 59سال بنتا ہے۔

مرحوم موصی تھے۔ ان کے بھتیجے اور داماد کہتے ہیں کہ تہجد کے عادی تھے۔ نمازوں میں عموماً اور تہجد میں خصوصاً اتنی درد سے دعائیں کرتے تھے کہ انسان جو ساتھ بیٹھا تھا اس کا بھی دل پگھل جاتا تھا۔ نئی نسل کو باقاعدگی سے خلیفۂ وقت کی اطاعت کا درس دینے والے، اپنے دفتری اوقات کے علاوہ بھی دفتر کو وقت دینے والے، جماعت کے کسی بھی فرد کے دکھ کو اپنا سمجھنے والے، لوگوں کی مشکلات کو اپنی مشکلات سمجھنے والے اور لوگوں کے مسائل کو خلیفۂ وقت کی اطاعت اور جماعت کی اطاعت کو سامنے رکھ کر حل کرنے والے، ہر لحہ درود شریف کا ورد کرنے والے، خاموشی سے غرباء کی مدد کرنے والے بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔

اگلا ذکر محترمہ نعیمہ لطیف صاحبہ کا ہے جو صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب امریکہ کی اہلیہ تھیں۔ 10 مارچ کو ان کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحومہ کے شوہر مکرم صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ شہید کے پوتے ہیں۔ مرحومہ نے 1969ء میں پشاور یونیورسٹی سے Botany میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ پھر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پشاور کے باٹنی ڈیپارٹمنٹ میں ریسرچ کا کام شروع کیا۔ 1972ء تک اس سے منسلک رہیں۔ 1970ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تحریک پر نصرت جہاں کے تحت اپنے آپ کو وقف کیا۔ ان کے چھوٹے بھائی سعید ملک صاحب بھی نائیجیریا روانہ ہوئے اور 1975ء تک وہاں قیام رکھا اور اس دوران آپ ویمن عربیک ٹیچرز کالج گساؤ (Women Arabic Teachers College Gusau) کی پرنسپل کے طور پر خدمت بجالاتی رہیں۔ 1975ء میں امریکہ کے لیے روانہ ہوگئیں۔ یہاں پھر آپ نے یونیورسٹی آف نیبراسکا (University of Nebraska) کے باٹنی ڈیپارٹمنٹ میں ریسرچر کے طور پر کام کیا۔ پھر وہاں سے میری لینڈ آ گئیں۔ یہاں میری لینڈ میں لگاتار لجنہ میں آپ کو خدمات کا موقع ملا اور امریکہ کی نائب صدر لجنہ کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ واشنگٹن لجنہ کی صدارت کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ بہت محبت کرنے والی، دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے والی خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ چار بھائی اور دو بہنیں شامل ہیں۔ ان کی اولاد نہیں ہے۔ ایک بھائی نائب امیر امریکہ ہیں اور ایک دارالقضاء امریکہ میں کام کر رہے ہیں۔

اگلا ذکر صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد شریف صاحب کینیڈا کا ہے جو 80سال کی عمر میں 11 مارچ کو وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ محترم مولوی چراغ دین صاحب سابق مربی سلسلہ پشاور کی بڑی بیٹی تھیں۔ واہ کینٹ میں لمبا عرصہ صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ ان کے شوہر 1993ء میں ایک ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گئے تھے۔ شوہر کی وفات کے بعد بچوں کی بہترین تربیت کی۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، صابر اور شاکر خاتون تھیں۔ ملنسار بہت زیادہ تھیں۔ نیک دل اور ہمدرد خاتون تھیں۔ وصیت بھی انہوں نے 1/3 حصہ کی کی ہوئی تھی۔ پسماندگان میں چار بیٹیاں اور ایک بیٹا شامل ہے۔ آپ کے سب بچے کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب مرحومین سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند فرمائے۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...☆...☆

آج کی دعا

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٜ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (سورۃ الاعراف:24)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم گھاٹا کھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

یہ قرآنِ مجید میں مذکور حضرت آدمؑ کی خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحم کو سمیٹنے کی اہم دعا ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس دعا کی متعدد بار تحریک فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

پھر ایک دعا سکھائی کہ (مندرجہ بالا دعا) پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحم کو سمیٹنے کے لئے یہ بہت اہم دعا ہے۔ بعض گناہ لاعلمی میں ہو جاتے ہیں، احساس نہیں ہوتا اس لئے مستقلاً استغفار بہت ضروری ہے تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بد اثرات سے محفوظ رکھے اور برائیاں کرنے سے بھی بچاتا رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''بہت لوگ ہیں کہ خدا پر شکوہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کو نہیں دیکھتے'' جب کوئی سزا آتی ہے، کوئی پکڑ آتی ہے تو خدا پر شکوے شروع ہو جاتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اپنے آپ کو دیکھیں کہ خود کتنی نیکیاں کرنے والے ہیں، کس حد تک اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہیں۔ فرمایا کہ ''انسان کے اپنے نفس کے ظلم ہی ہوتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ ان کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے استغفار کا التزام کروایا ہے کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے خواہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا ہو، اسے علم ہو یا نہ ہو اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے''۔ انسان کے جسم کا ہر عضو گناہ کرتا ہے۔ تو ہر ایک سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ فرمایا کہ ''آجکل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہئے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٜ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف:24)''۔ ''یہ دعا اوّل ہی قبول ہو چکی ہے''۔

(بدر جلد 1 نمبر 9 مورخہ 26؍دسمبر 1902ء صفحہ 66۔ ملفوظات جلد دوم صفحہ 577 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پھر فرمایا کہ ''ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے جس طرح ابتداء میں دعا کے ذریعہ سے شیطان کو آدم کے زیر کیا تھا'' یعنی آدم نے شیطان سے اپنے آپ کو بچایا تھا۔ ''اسی طرح اب آخری زمانہ میں بھی دعا ہی کے ذریعہ سے غلبہ اور تسلط عطا کرے گا، نہ تلوار سے ... آدم اول کو فتح دعا ہی سے ہوئی تھی...... اور آدم ثانی کو بھی جو آخری زمانہ میں شیطان سے آخری جنگ کرتا ہے اسی طرح دعا ہی کے ذریعہ فتح ہوگی''۔

(الحکم جلد 7 نمبر 12 مورخہ 31؍مارچ 1903ء صفحہ 8۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ 191-190 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس جہاں یہ دعا ذاتی طور پر مانگنی چاہئے وہاں جماعتی ترقی کے لئے بھی یہ دعا بہت ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو آدم کہا، اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو آدم کہا ہے۔

(خطبہ جمعہ 29؍ستمبر 2006ء، خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 499)

مرسلہ: مریم رحمٰن

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: دربار خلافت ...... از صفحہ 2

میں خلل انداز نہیں ہو سکتے۔ اگر ایک شخص کا ایک دشمن بھی ہو تو وہ کسی لحہ بھی اُس کے شر سے امن میں نہیں رہتا۔ چہ جائیکہ ملک کا ملک اُن کا دشمن ہو اور پھر یہ لوگ بامن زندگی بسر کریں۔ ان تمام تلخ کامیوں کو ٹھنڈے دل سے برداشت کر لیں۔ یہ برداشت ہی معجزہ و کرامت ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت اُن کے لاکھوں معجزوں سے بڑھ کر ایک معجزہ ہے۔ کُل قوم کا ایک طرف ہونا، دولت، سلطنت، دنیاوی وجاہت، حسینہ جمیلہ بیویاں وغیرہ سب کچھ کے لالچ قوم کا اس شرط پر دینا کہ وہ اعلائے کلمۃ اللہ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے رُک جاویں۔ لیکن ان سب کے مقابل جناب رسالت مآب کا فرمانا کہ میں اگر اپنے نفس سے کرتا تو یہ سب باتیں قبول کرتا۔ میں تو حکم خدا کے ماتحت یہ سب کچھ کر رہا ہوں اور پھر دوسری طرف سب تکالیف کی برداشت کرنا، یہ ایک فوق الطاقت معجزہ ہے۔ یہ سب طاقت اور برداشت اُس دعا کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے جو مومن کو خدا تعالیٰ نے عطا کی ہے۔ ان لوگوں کی دردناک دعا بعض وقت قاتلوں کے سفاکانہ حملہ کو توڑ دیتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے جانا آپ لوگوں نے سنا ہوگا۔ ابوجہل نے ایک قسم کا اشتہار قوم میں دے رکھا تھا کہ جو جناب رسالت مآب کو قتل کرے گا وہ بہت کچھ انعام و اکرام کا مستحق ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے ابوجہل سے معاہدہ کیا اور قتل حضرت کے لئے آمادہ ہوگیا۔ اُس کو کسی عمدہ وقت کی تلاش تھی، دریافت پر اُسے معلوم ہوا کہ حضرت ”(یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نصف شب کے وقت خانہ کعبہ میں بغرضِ نماز آتے ہیں۔“ یہ وقت عمدہ سمجھ کر حضرت عمرؓ سرِشام خانہ کعبہ میں جا چھپے۔ آدھی رات کے وقت جنگل میں سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آنا شروع ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گریں تو اُس وقت قتل کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درد کے ساتھ مناجات شروع کی اور سجدہ میں اس طرح حمدِ الٰہی کا ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ کا دل پسیج گیا۔ اُس کی ساری جرأت جاتی رہی اور اُس کا قاتلانہ ہاتھ سست ہوگیا۔ نماز ختم کر کے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کو چلے تو اُن کے پیچھے حضرت عمرؓ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آہٹ پا کر دریافت کیا اور معلوم ہونے پر فرمایا کہ اے عمر! کیا تو میرا پیچھا نہ چھوڑے گا؟ حضرت عمرؓ بددعا کے ڈر سے بول اُٹھے کہ حضرت! مَیں نے آپ کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا۔ میرے حق میں بددعا نہ کیجئے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ وہ پہلی رات تھی جب مجھ میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی‘‘۔

(ملفوظات جلد نمبر 7 صفحہ 59-61 مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

(خطبہ جمعہ 20 مئی 2011ء)

سانحہ ارتحال

مکرم حکیم محمد قدرت اللہ محمود چیمہ اعلان بھجواتے ہیں کہ:

نہایت افسوس سے احباب کو یہ اطلاع دی جا رہی ہے کہ میرے چچا زاد بھائی مکرم و محترم اعجاز چیمہ صاحب ابن مکرم و محترم ڈاکٹر احمد حسن چیمہ صاحب سابق ناظم انصار اللہ ضلع گجرات آج مورخہ 8 مئی 2021 بوقت 10 بجے دن بقضاء الٰہی وفات پا گئے ہیں اناللہ واناالیہ راجعون۔ آپ گجرات شہر میں رہتے تھے۔ آپ گزشتہ کئی سال سے گردوں کی خرابی کی وجہ سے بیمار تھے اور ہفتہ میں دو سے تین بار گجرات سے لاہور جا کر ڈائیلیسز کرواتے تھے۔ وفات سے قبل لاہور سے ڈائیلسز کروا کر ہی واپس آئے تھے کہ وفات والے روز طبیعت میں کافی کمزوری محسوس کی اور 10 بجے اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

آپ کی نماز جنازہ مورخہ 8 مئی شام 30-5 بجے احمدیہ قبرستان گجرات میں محترم مربی صاحب ضلع گجرات نے پڑھائی اور احمدیہ قبرستان گجرات میں ہی قبر تیار ہونے پر انہوں نے ہی دعا کروائی۔

آپ نے پسماندگان میں بیوہ اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں جو جرمنی میں مقیم ہیں اور ان کی وفات کے موقع پر پاکستان نہیں پہنچ سکیں۔

احباب سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس پیارے بھائی کے ساتھ عفو اور درگزر فرمائے، مغفرت فرمائے اور اپنے پیار اور رضا کی جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یاد رہے کہ گیارہ ماہ قبل مرحوم کے سب سے بڑے بھائی محترم برادرم ڈاکٹر نعیم الحسن چیمہ صاحب ڈینٹل سرجن (چیمہ ڈینٹل کلینک گجرات) مورخہ 12 جون 2020 کو چند دن بوجہ کرونا وائرس بیمار رہ کر وفات پا گئے تھے۔ وہ بھی احمدیہ قبرستان گجرات میں مدفون ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی بھی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمارے سب افراد خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہر آن اور ہر لحہ حامی و ناصر ہو۔

درخواست برائے نعم البدل

مکرم زبیر احمد مربی سلسلہ اعلان بھجواتے ہیں کہ:

25 جون 2020 کو اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو پہلے بیٹے سے نوازا تھا۔ دو روز بعد 27 جون 2020ء کو بیٹے کی وفات ہوگئی تھی۔ حضور انور نے بیٹے کی وقف نو شمولیت کی ابتدائی منظوری عطا فرمائی تھی۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ نعم البدل نیک، صالح، دین کی خادم اولاد نرینہ سے نوازے۔ اسے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ اور جو ہم دونوں میاں بیوی اور سب خاندان کے لئے خوشی کا باعث ہو۔

سانحہ ارتحال

مکرم و محترم خلیل احمد صاحب ہاربرگ جرمنی سے اطلاع دیتے ہیں کہ مکرم آصف عظیم اظہر صاحب جو کہ خاکسار کے پھوپی زاد اور نسبتی بھائی تھے مورخہ 28/04/2021 کو بعمر 40 سال بقضائے الٰہی جرمنی میں وفات پاگئے۔ انا للہ واناالیہ راجعون۔

مرحوم خدا کے فضل سے خوب رو، نیک سیرت، خوش اخلاق، صوم وصلوٰۃ کے پابند اور جماعتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے حلقہ ہاربرگ (جرمنی) کے ایک فعال ممبر تھے۔ تمام جماعتی پروگراموں میں بڑے شوق اور دلچسپی کے ساتھ شامل ہوتے۔ دعوت الی اللہ کے جذبہ سے سرشار تھے محض خدا کے فضل سے آپ کو بیعت کروانے کی بھی توفیق ملی۔ تبلیغی سٹال لگانے میں باقاعدگی سے حصہ لیتے بلکہ یوں کہنا چاہیئے سٹال کی تمام اشیاء اپنے گھر میں محفوظ رکھتے اور جب بھی پروگرام بنتا اکیلے تمام چیزیں اپنی گاڑی میں رکھ کر شامل ہونے والے دیگر احباب کو ان کے گھروں سے اٹھاتے اور دور دراز علاقوں میں جا کر سٹال لگاتے۔ شام کو واپسی پر دیگر شاملین کو پہلے ان کے گھر اتارتے اور پھر اپنے گھر پہنچ کر سٹال کی تمام اشیاء اکیلے گاڑی سے اتار کر رکھتے۔ آپ کی مالی قربانی مثالی ہوتی۔ ہر مالی تحریک میں شامل ہوتے اور خوش دلی کے ساتھ بڑھ چڑھ کر بروقت ادائیگی کرتے۔ آپ کی نماز جنازہ کے موقع پر مکرم امیر صاحب ہمبرگ نے بتایا کہ ایک مرتبہ فون پر آپ کو ہیومینٹی فرسٹ کے لئے مالی قربانی کی تحریک کی گئی تو اسی وقت امیر صاحب کے گھر پہنچے اور ایک خطیر رقم پیش کی۔ آپ اپنی ان صفات کی وجہ سے اپنے حلقہ میں پسند کئے جاتے تھے۔ آپ گزشتہ تین سال سے Motor neurone disease کی وجہ سے صاحب فراش تھے۔ بیماری کا یہ طویل عرصہ بڑی ہمت اور حوصلہ کے ساتھ گزارا۔ آپ کی نماز جنازہ مورخہ 2 مئی 2021 کو بیت الرشید میں بعد نماز ظہر وعصر مکرم شکیل احمد عمر محمود صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی بعد ازاں مورخہ 4 مئی 2021ئ کو ہاربرگ کے ایک قبرستان میں بھی نماز جنازہ ادا کی گئی آپ اللہ کے فضل سے موصی تھے لیکن موجودہ حالات کی وجہ سے جرمنی میں ہی تدفین عمل میں آئی اور قبر تیار ہونے پر مذکور مربی صاحب نے ہی دعا کروائی۔ احباب جماعت کی خدمت میں درخواست دعا ہے کہ مولیٰ کریم مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور جملہ لواحقین کو اس گہرے صدمہ پر صبر اور حوصلہ دے۔ آمین

مرحوم مکرم و محترم مولوی محمد صدیق صاحب ننگلی مبلغ سلسلہ مرحوم کے بھانجے جبکہ مکرم محمود احمد طلحٰہ صاحب مربی سلسلہ و استاد جامعہ احمدیہ یوکے کے پھوپی زاد بھائی تھے۔

آپ نے پسماندگان میں والدہ، اہلیہ، دو بچے عمر 10، 13 سال، چار بھائی اور ایک بہن سوگوار چھوڑے ہیں۔

17 مئی 2021ء

غروب آفتاب	طلوع فجر		
18:53	04:17		مکہ مکرمہ
18:59	04:10	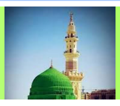	مدینہ منورہ
19:20	03:57		قادیان
19:00	03:37		ربوہ
20:50	03:40	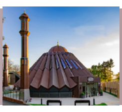	اسلام آباد ٹلفورڈ